حَكِيمًا ﴿۳۰﴾

يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظّٰلِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۳۱﴾

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾

فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾

وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾

اللہ تعالیٰ علم والا باحکمت ہے۔[۱] (۳۰)

جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے' اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔[۲] (۳۱)

سورۂ مرسلات مکی ہے اور اس میں پچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

دل خوش کن چلتی ہواؤں کی قسم۔[۳] (۱)

پھر زور سے جھونکا دینے والیوں کی قسم۔[۴] (۲)

پھر (ابر کو) ابھار کر پراگندہ کرنے والیوں[۵] کی قسم۔(۳)

---

(۱) چوں کہ وہ علیم و حکیم ہے اس لیے اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے' بنابریں ہدایت اور گمراہی کے فیصلے بھی یوں ہی الل ٹپ نہیں ہو جاتے' بلکہ جس کو ہدایت دی جاتی ہے وہ واقعی اس کا مستحق ہوتا ہے اور جس کے حصے میں گمراہی آتی ہے' وہ حقیقتاً اسی لائق ہوتا ہے۔

(۲) وَالظَّالِمِيْنَ 'اس لیے منصوب ہے کہ اس سے پہلے یُعَذِّبُ' محذوف ہے۔

☆- یہ سورت مکی ہے جیسا کہ صحیحین میں مروی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم منیٰ کے ایک غار میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ مرسلات کا نزول ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاوت فرما رہے تھے اور میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کر رہا تھا کہ اچانک ایک سانپ آ گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اسے مار دو' لیکن وہ تیزی سے غائب ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اس کے شر سے اور وہ تمہارے شر سے بچ گیا"۔ (بخاری' تفسیر سورۃ المرسلات۔ مسلم' کتاب قتل الحیات وغیرھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دفعہ مغرب کی نماز میں بھی یہ سورت پڑھی ہے۔ (بخاری' کتاب الأذان' باب القراءۃ فی المغرب۔ مسلم' کتاب الصلوٰۃ' باب القراءۃ فی الصبح)

(۳) اس مفہوم کے اعتبار سے عرفاً کے معنی پے درپے ہوں گے۔ بعض نے مُرْسَلَاتٌ سے فرشتے یا انبیا مراد لیے ہیں۔ اس صورت میں عرفاً کے معنی وحی الٰہی' یا احکام شریعت ہوں گے۔ یہ مفعول لہ ہو گا لأَجْلِ الْعُرْفِ یامَنْصُوبٌ بِنَزْعِ الْخَافِضِ ـ بِالْعُرْفِ

(۴) یا فرشتے مراد ہیں' جو بعض دفعہ ہواؤں کے عذاب کے ساتھ بھیجے جاتے ہیں۔

(۵) یا ان فرشتوں کی قسم' جو بادلوں کو منتشر کرتے ہیں یا فضائے آسمانی میں اپنے پر پھیلاتے ہیں۔ تاہم امام ابن کثیر اور امام طبری نے ان تینوں سے ہوائیں مراد لینے کو راجح قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ترجمے میں بھی اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۙ﴿۴﴾
پھر حق و باطل کو جدا جدا کر دینے والے۔[1] (۴)

فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۵﴾
اور وحی لانے والے فرشتوں کی قسم۔[2] (۵)

عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۙ﴿۶﴾
جو (وحی) الزام اتارنے یا آگاہ کر دینے کے لیے ہوتی ہے۔[3] (۶)

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۷﴾
جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ یقیناً ہونے والی ہے۔[4] (۷)

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۙ﴿۸﴾
پس جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے۔[5] (۸)

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۙ﴿۹﴾
اور جب آسمان توڑ پھوڑ دیا جائے گا۔ (۹)

وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۙ﴿۱۰﴾
اور جب پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اڑا دیئے جائیں گے۔[6] (۱۰)

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ؕ﴿۱۱﴾
اور جب رسولوں کو وقت مقررہ پر لایا جائے گا۔[7] (۱۱)

لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ؕ﴿۱۲﴾
کس دن کے لیے (ان سب کو) مؤخر کیا گیا ہے؟[8] (۱۲)

---

(۱) یعنی ان فرشتوں کی قسم جو حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے احکام لے کر اترتے ہیں۔ یا مراد آیات قرآنیہ ہیں، جن سے حق و باطل اور حلال و حرام کی تمیز ہوتی ہے۔ یا رسول مراد ہیں جو وحی الٰہی کے ذریعے سے حق و باطل کے درمیان فرق کو واضح کرتے ہیں۔

(۲) جو اللہ کا کلام پیغمبروں کو پہنچاتے ہیں یا رسول مراد ہیں جو اللہ کی طرف سے نازل کردہ وحی، اپنی امتوں کو پہنچاتے ہیں۔

(۳) دونوں مفعول لہ ہیں لِأَجْلِ الاعْذَارِ وَالإِنْذَارِ یعنی فرشتے وحی لے کر آتے ہیں تاکہ لوگوں پر حجت قائم ہو جائے اور یہ عذر باقی نہ رہے کہ ہمارے پاس تو کوئی اللہ کا پیغام ہی لے کر نہیں آیا یا مقصد ڈرانا ہے، ان کو جو انکار یا کفر کرنے والے ہوں گے۔ یا معنی ہیں مومنوں کے لیے خوشخبری، اور کافروں کے لیے ڈراوا۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ مُرْسَلَاتٌ، عَاصِفَاتٌ، اور نَاشِرَاتٌ سے مراد ہوائیں اور فَارِقَاتٌ وَّمُلْقِیَاتٌ سے فرشتے ہیں۔ یہی بات راجح ہے۔

(۴) قسموں سے مراد، مقسم علیہ کی اہمیت سامعین پر واضح کرنا اور اس کی صداقت کو ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ مقسم علیہ (یا جواب قسم) یہ ہے کہ تم سے قیامت کا جو وعدہ کیا جاتا ہے، وہ یقیناً واقع ہونے والی ہے، یعنی اس میں شک کرنے کی نہیں بلکہ اس کے لیے تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ قیامت کب واقع ہو گی؟ اگلی آیات میں اسے واضح کیا جا رہا ہے۔

(۵) طَمْسٌ کے معنی مٹ جانے اور بے نشان ہونے کے ہیں، یعنی جب ستاروں کی روشنی ختم بلکہ ان کا نشان تک مٹ جائے گا۔

(۶) یعنی انہیں زمین سے اکھیڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور زمین بالکل صاف اور ہموار ہو جائے گی۔

(۷) یعنی فصل و قضا کے لیے، ان کے بیانات سن کر ان کی قوموں کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔

(۸) یہ استفہام تعظیم اور تعجب کے لیے ہے یعنی کیسے عظیم دن کے لیے، جس کی شدت اور ہولناکی، لوگوں کے لیے سخت تعجب انگیز ہو گی، ان پیغمبروں کو جمع ہونے کا وقت دیا گیا ہے۔

لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾
فیصلے کے دن کے لیے۔[۱] (۱۳)

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾
اور تجھے کیا معلوم کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟(۱۴)

وَيْلٌ يَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔[۲] (۱۵)

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶﴾
کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہیں کیا؟(۱۶)

ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾
پھر ہم ان کے بعد پچھلوں کو لائے۔[۳] (۱۷)

كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾
ہم گنہگاروں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں۔[۴] (۱۸)

وَيْلٌ يَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾
اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ویل (افسوس) ہے۔(۱۹)

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾
کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے (منی سے) پیدا نہیں کیا۔(۲۰)

فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾
پھر ہم نے اسے مضبوط و محفوظ جگہ میں رکھا۔[۵] (۲۱)

اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾
ایک مقررہ وقت تک۔[۶] (۲۲)

فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾
پھر ہم نے اندازہ کیا[۷] اور ہم کیا خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔(۲۳)

وَيْلٌ يَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾
اس دن تکذیب کرنے والوں کی خرابی ہے۔(۲۴)

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾
کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟(۲۵)

---

(۱) یعنی جس دن لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا، کوئی جنت میں اور کوئی دوزخ میں جائے گا۔

(۲) یعنی ہلاکت ہے، بعض کہتے ہیں، وَیْلٌ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ یہ آیت اس سورت میں بار بار دہرائی گئی ہے۔ اس لیے کہ ہر مکذب کا جرم ایک دوسرے سے مختلف نوعیت کا ہوگا اور اسی حساب سے عذاب کی نوعیتیں بھی مختلف ہوں گی، بنابریں اسی ویل کی مختلف قسمیں ہیں جسے مختلف مکذبین کے لیے الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔(فتح القدیر)

(۳) یعنی کفار مکہ اور ان کے ہم مشرب، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی۔

(۴) یعنی سزا دیتے ہیں دنیا میں یا آخرت میں۔

(۵) یعنی رحم مادر میں۔

(۶) یعنی مدت حمل تک، چھ یا نو مہینے۔

(۷) یعنی رحم مادر میں جسمانی ساخت و ترکیب کا صحیح اندازہ کیا کہ دونوں آنکھوں، دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں اور دونوں کانوں کے درمیان اور دیگر اعضا کا ایک دوسرے کے درمیان کتنا فاصلہ رہنا چاہیے۔

أَحْيَاءً وَّأَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾

وَّجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّأَسْقَيْنٰكُمْ مَّاءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۲۸﴾

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾

لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾

اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾

كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی۔[1] (۲۶)

اور ہم نے اس میں بلند و بھاری پہاڑ بنا دیئے[2] اور تمہیں سیراب کرنے والا میٹھا پانی پلایا۔ (۲۷)

اس دن جھوٹ جاننے والوں کے لیے وائے اور افسوس ہے۔ (۲۸)

اس دوزخ کی طرف جاؤ جسے تم جھٹلاتے رہے تھے۔[3] (۲۹)

چلو تین شاخوں والے سائے کی طرف۔[4] (۳۰)

جو دراصل نہ سایہ دینے والا ہے اور نہ شعلے سے بچا سکتا ہے۔[5] (۳۱)

یقیناً دوزخ چنگاریاں پھینکتی ہے جو مثل محل کے ہیں۔[6] (۳۲)

گویا کہ وہ زرد اونٹ ہیں۔[7] (۳۳)

آج ان جھوٹ جاننے والوں کی درگت ہے۔ (۳۴)

آج (کا دن) وہ دن ہے کہ یہ بول بھی نہ سکیں

---

(۱) یعنی زمین زندوں کو اپنی پشت پر اور مردوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتی جمع کر لیتی) ہے۔

(۲) رَوَاسِيَ رَاسِيَةٌ کی جمع۔ ثَوَابِتُ، جمے ہوئے پہاڑ، شَامِخَاتٌ، بلند۔

(۳) یہ فرشتے جہنمیوں کو کہیں گے۔

(۴) جہنم سے جو دھواں آئے گا، وہ بلند ہو کر تین جہتوں میں پھیل جائے گا یعنی جس طرح دیوار یا درخت کا سایہ ہوتا ہے جس میں آدمی راحت اور عافیت محسوس کرتا ہے، یہ دھواں حقیقت میں اس طرح کا سایہ نہیں ہوگا، جس میں جہنمی کچھ سکون حاصل کر لیں۔

(۵) یعنی جہنم کی حرارت سے بچنا بھی ممکن نہیں ہوگا۔

(۶) اس کا ایک اور ترجمہ ہے: جو لکڑی کے بوٹے یعنی بھاری ٹکڑے کے مثل ہیں۔ (بوٹے بمعنی شہتیر کے ٹکڑے، جسے گیلی بھی کہتے ہیں)

(۷) صُفْرٌ، أَصْفَرُ (زرد) کی جمع ہے لیکن عرب میں اس کا استعمال اسود کے معنی میں بھی ہے۔ اس معنی کی بنا پر مطلب یہ ہے کہ اس کی ایک ایک چنگاری اتنی اتنی بڑی ہوگی جیسے محل یا قلعہ۔ پھر ہر چنگاری کے مزید اتنے بڑے بڑے ٹکڑے ہو جائیں گے جیسے اونٹ ہوتے ہیں۔

گے۔[1] (۳۵)

وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾
نہ انہیں معذرت کی اجازت دی جائے گی۔[2] (۳۶)

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾
اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔(۳۷)

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾
یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے تمہیں اور اگلوں کو سب کو جمع کرلیا ہے۔[3] (۳۸)

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾
پس اگر تم مجھ سے کوئی چال چل سکتے ہو تو چل لو۔[4] (۳۹)

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٠﴾
وائے ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔(۴۰)

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤١﴾
بیشک پرہیزگار لوگ سایوں میں ہیں[5] اور بہتے چشموں میں۔(۴۱)

وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٤٢﴾
اور ان میووں میں جن کی وہ خواہش کریں۔[6] (۴۲)

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾
(اے جنتیو!) کھاؤ پیو مزے سے اپنے کیے ہوئے اعمال کے بدلے۔[7] (۴۳)

---

(۱) محشر میں کافروں کی مختلف حالتیں ہوں گی' ایک وقت وہ ہو گا کہ وہ وہاں بھی جھوٹ بولیں گے' پھر اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا اور ان کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔ پھر جس وقت ان کو جہنم میں لے جایا جا رہا ہو گا' اس وقت عالم اضطراب و پریشانی میں ان کی زبانیں پھر گنگ ہو جائیں گی۔ بعض کہتے ہیں بولیں گے تو سہی' لیکن ان کے پاس حجت کوئی نہیں ہو گی۔ گویا ان کو بات کرنی ہی نہیں آئے گی۔ جیسے ہم دنیا میں ایسے شخص کی بابت کہتے ہیں جس کے پاس کوئی تسلی بخش دلیل نہیں ہوتی' وہ تو ہمارے سامنے بول ہی نہیں سکا۔

(۲) مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس پیش کرنے کے لیے کوئی معقول عذر ہی نہیں ہو گا جسے وہ پیش کر کے چھٹکارا پا سکیں۔

(۳) یہ اللہ تعالیٰ بندوں سے خطاب فرمائے گا کہ ہم نے تمہیں اپنی قدرت کاملہ سے فیصلہ کرنے کے لیے ایک ہی میدان میں جمع کر لیا ہے۔

(۴) یہ سخت وعید اور تہدید ہے کہ اگر تم میری گرفت سے بچ سکتے ہو اور میرے حکم سے نکل سکتے ہو تو بچ اور نکل کے دکھاؤ۔ لیکن وہاں کس میں یہ طاقت ہو گی؟ یہ آیت بھی ایسے ہی ہے' جیسے یہ آیت ہے ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا﴾ (الرحمٰن' ۳۳)

(۵) یعنی درختوں اور محلات کے سائے' آگ کے دھویں کا سایہ نہیں ہو گا جیسے مشرکین کے لیے ہو گا۔

(۶) ہر قسم کے پھل' جب بھی خواہش کریں گے' آموجود ہوں گے۔

(۷) یہ بطور احسان انہیں کہا جائے گا۔ بِمَا كُنْتُمْ میں بَا سبب کے لیے ہے یعنی جنت کی یہ نعمتیں ان اعمال صالحہ کی وجہ

إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٤٤﴾
وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٥﴾
كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ ﴿٤٦﴾
وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٧﴾
وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿٤٨﴾
وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾
فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾

یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔[1] (۴۴)
اس دن سچا نہ جاننے والوں کے لیے ویل (افسوس) ہے۔[2] (۴۵)
(اے جھٹلانے والو) تم دنیا میں) تھوڑا سا کھالو اور فائدہ اٹھالو بیشک تم گنہگار ہو۔[3] (۴۶)
اس دن جھٹلانے والوں کے لیے سخت ہلاکت ہے۔(۴۷)
ان سے جب کہا جاتا ہے کہ رکوع کر لو تو نہیں کرتے۔[4] (۴۸)
اس دن جھٹلانے والوں کی تباہی ہے۔[5] (۴۹)
اب اس قرآن کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے؟[6] (۵۰)

سے تمہیں ملی ہیں جو تم دنیا میں کرتے رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ' جس کی وجہ سے انسان جنت میں داخل ہو گا' اعمال صالحہ ہیں۔ جو لوگ عمل صالح کے بغیر ہی اللہ کی رحمت و مغفرت کے امیدوار بن جاتے ہیں' ان کی مثال ایسے ہی ہے' جیسے کوئی زمین میں ہل چلائے اور بیج بوئے بغیر' فصل کا امیدوار بن جائے یا تخم حنظل بو کر خوش ذائقہ پھلوں کی امید رکھے۔

(۱) اس میں بھی اسی امر کی ترغیب و تلقین ہے کہ اگر آخرت میں حسن انجام کے طالب ہو تو دنیا میں نیکی اور بھلائی کا راستہ اپناؤ۔

(۲) کہ اہل تقویٰ کے حصے میں تو جنت کی نعمتیں آئیں اور ان کے حصے میں بڑی بد بختی۔

(۳) یہ مکذبین قیامت کو خطاب ہے اور یہ امر' تہدید و وعید کے لیے ہے' یعنی اچھا چند روز خوب عیش کر لو' تم جیسے مجرمین کے لیے شکنجہ عذاب تیار ہے۔

(۴) یعنی جب ان کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے' تو نماز نہیں پڑھتے۔

(۵) یعنی ان کے لیے جو اللہ کے اوامر و نواہی کو نہیں مانتے۔

(۶) یعنی جب اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے تو اس کے بعد اور کون سا کلام ہے جس پر یہ ایمان لائیں گے؟ یہاں بھی حدیث کا اطلاق قرآن پر ہوا ہے' جیسا کہ اور بھی بعض مقامات پر کیا گیا ہے۔ ایک ضعیف روایت میں ہے کہ جو سورۂ تین کی آخری آیت أَلَيْسَ اللهُ..الآيَةَ پڑھے تو وہ جواب میں کہے بَلَىٰ وَأَنَا عَلَىٰ ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ اور سورۂ قیامت کے آخر کے جواب میں بَلَىٰ اور فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ کے جواب میں آمَنَّا بِاللهِ. کہے۔(أبوداود' باب مقدار الركوع والسجود' وضعيف أبي داود-ألباني) بعض علما کے نزدیک سامع کو بھی جواب دینا چاہیے۔